الوہیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مسیح ہمارے بیچ خدا کا ظہور ہو کر رہا۔ اور جس طرح اسرائیل کے لئے خیمہ یا عہد کا صندوق خدا کی حضوری تھی۔ زبور ۷۸/۶۰ ۹۶/۱ ہمارے لئے مسیح خدا کا خیمہ اور اسکی حضوری اور اُسکا ظہور ہے۔ کیونکہ وہ عمانوایل خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تم خدا کی ہیکل ہو۔ اور خدا کی روح تم میں بستی ہے۔ (۱ قرنتھیوں ۳/۱۶) کتنا زیادہ مسیح خدا کی ہیکل ہے (یوحنا ۲/۱۹) خدا اوس میں بستا ہے۔ یقیناً وہ خدا کا خیمہ آدمیوں کے ساتھ ہے۔"

**از انجملہ چوتھا مقام** یوحنا ۸ باب ۵۸۔ آیت ہے۔ جس میں مسیح کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ بیشتر اس سے کہ ابراہام ہو میں ہوں" جسکو ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی کی فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے حضرت مسیح کا ازلی ہونا نکالا ہے۔ اہل اسلام اس قول کو حضرت عیسےٰ کا قول تسلیم کریں تو اُس کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک مخلوق (مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت یا تمام مخلوقات کی نسبت مسیح کا مقدم ہونا اُن کو ازلی نہیں بناتا۔ چنانچہ مولف رسالہ مسیح ابن اللہ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۸۲ و ۸۳ میں کہا ہے۔ "کہ مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اسکی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا۔" یہ تقدم (پہلے ہونا) ایسا ہے۔ جیسا آنحضرت صلعم نے اپنی نسبت فرمایا ہے۔ کہ میں اسوقت سے نبی ہوں۔ جبکہ آدم ہنوز اپنے خمیر گل میں تھا۔ اسکا روح جسم سے متعلق نہوا تھا۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ "میں پیدائش آدم سے پہلے نبیوں میں لکھا گیا تھا۔" ایسے ہی اس قول مسیح کے معنے ہوسکتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم سے پہلے وہ خدا کے علم وارادہ میں موجود تھی۔ **مؤلف رسالہ مسیح ابن اللہ** نے چونکہ اس امر کو مانتا تھا۔ لہذا اس قول مسیح سے الوہیت مسیح ثابت کرنے کے لئے نہ مسیح کے تقدم سے بلکہ مسیح کے اس لفظ سے کہ میں ہوں استدلال کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ "اس لفظ میں صرف ہستی کا ذکر ہے۔ نہ اسکے شروع کا ذکر ہے۔ نہ انجام کا۔ لہذا یہ لفظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

مسیح کے ازلی ابدی ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور یہ وہی لفظ ہے جو خدائے قادر مطلق نے اپنے حق میں موسےٰ اور اسرائیلیوں کے خطاب میں کہا تھا۔ کہ میں وہ ہوں جو ہوں اور کوہ ہوریب کی جلنے والی جھاڑی میں کہا تھا۔ کہ میں ہوں۔ اسکا جواب انہیں کے بھائی مسٹر اکبر مسیح نے رسالہ تنقیح میں، دیا ہے۔ کہ گو لفظ وہی ہے۔ مگر چونکہ اسکا متکلم ایک مخلوق اور حادث ذات ہے۔ لہذا اسکے معنے وہ نہیں ہیں جو خدا تعالےٰ کے (جو قدیم اور قائم بالذات ہے) لفظ مذکور کے ہیں۔

پھر اس دعوے کو لغت یونانی اور بیبل سے ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تنقیح کے صفحہ ۴۰ میں کہا ہے۔ اس بحث کا ہر پہلو ایک عظیم غلطی پر مبنی ہے نہ تو مسیح نے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا۔ جو اس کی ہستی کی ازلیت و ابدیت پر دلالت کرے۔ نہ اوس نے آپ کو میں ہوں جو میں ہوں کہا۔ جو کچھ تاویل یونیٹیرین کرتے ہیں۔ اوسی کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح اس قول سے اس سے زیادہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ۔ مسیح اپنی پیدائش جسمانی سے بہت پہلے بھی موجود تھا۔ ہاں وہ ابراہام سے پہلے تھا یا یوں کہو کہ وہ تمام خلقت کا پہلوٹا ہے۔ مگر اس سے تو ازلیت یا الوہیت نہیں ثابت ہو سکتی۔ اسکا تو آپ کو بھی اقرار ہے کہ۔ مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اس کی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا۔ (مسیح ابن اللہ ۸۲ و ۸۳)۔

یہ اعتراض کہ جو لفظ ابراہام کی ہستی کے ساتھ کہا وہی مسیح نے اپنی ہستی کے ساتھ کیوں نہ کہا۔ بہت سبک ہے۔ ابراہام کی ہستی زمانہ ماضی میں محدود ہو چکی تھی۔ مسیح کی ہستی زمانہ ماضی سے لے کر زمانہ حال تک جاری تھی۔ اور ان دو مختلف صورتوں کا ایک ہی ماضی سے اظہار کرنا کیا ضرور تھا۔ اسلئے مسیح نے ابراہام کے لئے ماضی اور محاورہ یونانی کے مطابق اپنے لئے دوسرا موضوع لفظ استعمال کیا۔ ڈاکٹر وانیز جس نے انجیل کی مستند گرامر (صرف نحو) لکھی ہے۔ اس آیت کی نسبت لکھتا ہے۔ بعض

اوقات صیغہ حال میں ماضی شامل کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب ایک فعل ایسی حالت کو ظاہر کرتا ہے جو کسی قبل کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ مگر اب تک جاری ہے۔ یعنے وہ اوس حالت کے کل دوران پر حاوی ہوتا ہے۔

اس صورت کی مثال میں یہی آیت پیش کی گئی ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ میں ہوں ہے۔ وہ (ε ι μ ι) ہے یہ لفظ اور مقامات میں آیا ہے۔ چنانچہ یسوع نے اس سے کہا۔ اے فیلبوس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں (ε ι μ ι) اور تو نے مجھے نہ جانا (یوحنا ۱۴/۹)

یہاں ہوں رہتا آیا ہوں کے معنے ادا کرتا ہے جسمیں ہستی کا آغاز ہمیشہ مفہوم ہے اور ماضی اور حال کے غیر منقطع علاقہ کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسیطرح ہم آیت متنازعہ کے معنے بھی یہی کرتے ہیں۔ ابرہام کے پیدا ہونے کے قبل میں رہتا آیا ہوں۔ ضرور وہاں بھی آغاز ہستی مفہوم اور ملزوم ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ صیغہ حال میں ہونے کے اوپر اسقدر کیوں زور دیا جاتا ہے جبکہ یونانی میں حال اکثر بجائے ماضی کے بھی مستعمل ہوا کرتا ہے۔ انجیل میں اور خصوصاً یوحنا کی انجیل میں تو ایسی بہت مثالیں ہیں۔ (دیکھو یونانی یوحنا ۱۳/۱ و ۱۵/۵ و ۲۴/۶ و ۹/۱۴ و ۹/۱۴ و ۲۷/۱۵ و ۱۴/۲۰ و ۱۲/۲۱ و ۲۴) پس اس محاورہ کے مطابق اس آیت کا یہ ترجمہ بھی پیشتر اس سے کہ ابرہام پیدا ہوا میں تھا۔ بہت درست صحیح ہے جسکو بہت سے مستند علما تثلیثی نے بھی قبول کیا ہے۔ افسوس کہ اس میں ہوں یا میں تھا کو ہوریب والا۔ میں وہ ہون جو میں ہوں۔ ناکامی کے ساتھ بنایا جاتا ہے تاکہ مسیح کو یہوواہ قدوس کہا جاوے۔ ورا مان لو کہ در اصل مسیح کی مراد۔ میں ہوں سے یہوواہ تھی۔ اور دیکھو کہ مسیح کا قول کیسا مہمل اور بے معنے ہو جاتا ہے۔ پیشتر اس سے کہ ابرہام تھا میں ہوں۔ بنجاویگا۔ پیشتر اس سے کہ ابرہام تھا۔ یہوواہ"

یعنے بجائے مسیح کے ابراہام یہوواہ ہوجاتا ہے۔ میں ہوں کا استعمال تو بہت عام ہے۔ اگر اوسکو یہوواہ کا مترادف سمجھنے لگیں۔ تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی باب کی آیت ۲۴ میں فرماتے ہیں۔ اگر تم ایمان نہیں لاتے کہ میں ہی ہوں تو تم اپنے گناہوں میں مروگے۔ آیت ۲۸۔ جب تم ابن آدم کو اونچے پر چڑھاؤ گے۔ تب تم جانو گے کہ میں ہوں۔ اور اس میں ہوں کے ساتھ مسیح یہوواہ ہونے کا نہیں بلکہ اپنی عبودیت کا یوں اقرار کرتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا۔ مگر جو باپ نے مجھے سکھلایا۔ اور دیکھو اوس نے اونہیں کہا۔ میں ہوں ڈرو مت۔ (یوحنا ۶/۲۰ اور ۱۸/۸-۲۴) میں میں ہوں۔ اگر یہوواہ کا نام ہے۔ تو افسوس کہ اس جنم کے اندھے نے جسے مسیح نے چنگا کیا۔ بہت ہی خطرناک کلمہ اپنی زبان سے نکالا جب اوس نے اُن لوگوں کے جواب میں جو اوس کی صحت تشخیص پر شک کرتے تھے کہا۔ میں ہوں (یوحنا ۹/۹) ہاں اگر میں ہوں۔ یہوواہ کا خطاب ہے تو جھوٹے مسیح جنکی نسبت ہمارے خداوند نے فرمایا کہ وہ کہیں گے۔ میں ہوں۔ (مرقس ۱۳/۶ و لوقا ۲۱/۸) دعوے الوہیت کریں گے۔

یہ کہ اس آیت میں نہ تو مسیح نے اپنی ازلی و ابدی ہونے کا دعوے کیا ہے اور نہ آپ کو ہوریب والا میں ہوں۔ جو میں ہوں بنایا۔ خود علماء تثلیثی کی شہادت سے ثابت ہے۔ پادری پیٹر ڈیوڈسن صاحب اپنے رسالہ Opinions Concerning Christ باب ۲ فصل ۲۔ دفعہ ۳ میں کہتے ہیں۔ کہ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ۔ اس قول کے معنے یہ ہیں کہ۔ مسیح میں ہوں تھا۔ مگر بعض تثلیثی مفسرین ان الفاظ کے معنے کو اس حد تک کھینچ لیجانے پر راضی نہیں ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ انکا مفہوم گویا یہی ہے کہ پیشتر اسکے کہ ابراہام تھا۔ میں تھا۔ یہ تو بہرحال ثابت ہوگیا کہ مسیح نے ازلیت

کا دعوے کیا اور نہ آپ کو یہوواہ کہا۔ اب ہم دکھلاتے ہیں کہ اوس نے برخلاف اسکے اپنی اسی تقریر میں اسی باب میں اپنی انسانیت کا بہت صاف اقرار کیا۔ وہ اُن یہودیوں سے کہتا ہے۔ تم مجھے قتل کیا چاہتے ہو۔ جو ایسا شخص (آدمی) ہے کہ حق بات جو میں نے خدا سے سُنی تمہیں کہی۔ (یوحنا ۸/۴۰)۔ مگر چونکہ یہ لکھا ہے۔ کہ جب یسوع نے اُنسے کہا پیشتر اس سے کہ ابراہام ہوا میں ہوں۔ تب اُنہوں نے پتھر اوٹھائے کہ اوسے ماریں پر یسوع نے اپنے تئیں پوشیدہ کیا۔ مؤلف مسیح ابن اللہ کہتا ہے۔ دیکھئے۔ یہودیوں نے ایسے بیان کا اصلی مطلب سمجھا۔ اور وہ دعوی جو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ پہچانا۔ مگر اپنے ذاتی تعصب اور غضب سے پتھر اوٹھائے کہ۔ اوسے ماریں۔ (حاشیہ ۵) کیا ہم ان دشمن یہودیوں کے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ہمارے خداوند پر پتھر اوٹھا کر ہمکو اوس کی الوہیت کا ثبوت دیا۔ ہمارے مخاطب سمجھتے ہیں کہ یہودی مسیح کو مارنے کا قصد ہمیشہ اسکی دعوے الوہیت ہی کو سُنکر کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔

یہودیوں نے مسیح سے حقارت اور غصہ سے پوچھا تھا۔ کیا تو ہمارے باپ ابراہام سے بزرگتر ہے۔ (آیت ۵۲) وہ ناصرت کے نبی کو ابراہام سے بزرگ ماننا ہرگز نہیں چاہتے تھے وہ جلتے تھے رشک کھاتے تھے۔ انکے نزدیک ابراہام سب سے بزرگ تھا۔ اُن کو صرف یہ سننا کہ مسیح ابراہام سے بزرگتر ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مسیح کو سنگسار کرنے کے لئے کافی سے زیادہ تھا۔ وہ ایسے تعصب میں غرق تھے کہ مسیح نے اسوقت اُنکے درمیان زیادہ کلام کرنا مناسب نہ جانا۔ مسیح کی ایام میں ایسا کئی مرتبہ ظہور میں آیا۔ جب ناصرت کے عبادت خانہ میں مسیح نے وعظ کیا۔ تو یہودی اوس کی باتوں کو سنتے ہی غصہ سے بھر گئے۔ اور اوسے پہاڑی کی چوٹی پر لے چلے کہ اوسے سر کے بل گرادیں۔ (لوقا ۴/۲۸ و ۲۹) جب مسیح نے سبت کے روز ایک

مغلوج کو چنگا کیا۔ تو یہودیوں نے یسوع کو ستایا اور اسکے قتل کی گھات میں لگے کیونکہ اوس نے یہ کام سبت کے روز کیا۔ (یوحنا ۵/۱۶) یہودی اسبات سے اندیشناک تھے۔ کہ خلقت مسیح کے پیچھے ہوئی جاتی ہے۔ وہ کہتے تھے۔ ہم کیا کریں کہ یہ مرد بہت معجزہ دکھاتا ہے۔ اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں تو سب اسپر ایمان لاوینگے۔ بہتر ہے کہ ایک آدمی قوم کے بدلے مرے۔ نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔ (یوحنا ۱۱/۴۷ و ۵۰) پس اونگھتے کو ٹہیلتے کا بہانا اون کے پتھر اوٹھانے یا قتل کرنے کے منصوبوں کے۔ بھلی چلائی حضرت داؤد کا قول مسیح کے حقمیں پورا ہوچکا۔ انہوں نے کیسنکی باتوں سے مجھ کو گھیر لیا۔ وہ بے سبب مجھ سے لڑتے ہیں۔ اور دیکھو صفحہ ۴۲ رسالہ تنقیح کے صفحہ ۴۳ میں جو مسٹر اکبر مسیح نے کہا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہودیوں نے مسیح کی کلام کے صحیح معنے سمجھ کر انکو مدعی الوہیت نہیں جانا تھا۔ بلکہ پتھر اٹھانے کے لئے اُنہوں نے ایک بہانہ بنالیا تھا کہ یہ مدعی الوہیت ہے۔

**ازانجملہ پانچواں مقام** یوحنا ۱۷/۵ ہے جس کا یہ بیان ہے اور اے باپ اب تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ بزرگی دے۔ جسکو ڈپٹی آتھم نے فہرست ۲۵ مئی میں نقل کیا ہے اور اسکے اس لفظ سے کہ "دنیا سے پیشتر جلال رکھتا تھا" مسیح کی ازلیت نکالی ہے۔ مگر ڈپٹی اتھم کی صرف غلط فہمی ہے۔ صرف دنیا سے پیشتر ہونا ازلیت ثابت نہیں کرتا۔ ازلیت وہ ہے جسکی کوئی ابتدا نہ ہو۔ جو ہمقام مفقود ہے۔ بلکہ اس آیت کے مابعد کی آیات ثابت کر رہی ہیں کہ یہ جلال اور جو کچھ مسیح کو دیا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے دیا گیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کو دیجاتی ہے وہ حادث ہوتی ہے اور غیر ذاتی نہ قدیم و ازلی۔ اس آیت کے بعد آیت ۶ وغیرہ میں یوں لکھا ہے۔

(۶) میں نے تیرے نام کو اُن آدمیوں پر جنہیں تو نے دنیا میں سے مجھے دیا۔ ظاہر کیا ہے۔ وے تیرے تھے اور تو نے انہیں مجھے دیا ہے۔ (۷) اور انہوں نے تیری کلام پر عمل کیا ہے۔ اب اُنہوں نے جانا ہے کہ سب چیزیں جو تو نے مجھے دیں تیری طرف سے ہیں۔ (۸) اور سب میری تیری ہیں۔ اور تیری میری ہیں۔ اور میں ان سے بزرگی پاتا ہوں (۱۱) میں دنیا میں آگے نہ رہونگا پر وے دنیا میں ہیں۔ اور میں تجھ پاس آتا ہوں اے قدوس باپ اپنے ہی نام سے اونہیں جنہیں تو نے مجھے بخشا حفاظت سے رکھ تاکہ وے ہماری طرح ایک ہو جائیں (۱۲) جب تک کہ میں اونکے ساتھ دنیا میں تھا تب تک میںنے تیرے نام سے اُنکی حفاظت کی۔ بلکہ جنہیں مجھے دیا ہے میںنے اُنکے نگہبانی کی۔ اور کوئی اُن میں سے سوائے ہلاکت کے فرزند کے ہلاک نہیں ہوا۔ تاکہ نوشتہ پورا ہوا۔ (۱۸) جسطرح تو نے مجھے دنیا میں بھیجا میں نے بھی اونہیں دنیا میں بھیجا ہے (۱۹) اور اُنکے واسطے میں اپنی تقدیس کرتا ہوں تاکہ وے بھی سچائی سے مقدس ہون (۲۰) میں صرف اُنہیں کے لئے نہیں بلکہ اُنکے لئے بھی جو انکی کلام سے مجھ پر ایمان لاوینگے عرض کرتا ہوں (۲۱) تاکہ وے سب ایک ہو دیں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں اور میں تجھ میں کہ وے بھی ہم میں ایک ہوں۔ تاکہ دنیا ایمان لاوے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔ (۲۲) اور وہ جلال جو تو نے مجھے دیا ہے۔ میں نے انہیں دیا ہے۔ تاکہ وے ایک ہوں۔ جسطرح سے کہ ہم ایک ہیں۔ (۲۳) میں اُن میں اور تو مجھ میں تاکہ وہی ایک ہو کے کامل ہو دیں۔ اور کہ دنیا جانے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جسطرح کہ تو نے مجھے پیار کیا ہے۔ تو نے اونہیں بھی پیار کیا ہے۔ (۲۴) اے باپ میں چاہتا ہوں کہ وے بھی جنہیں تو نے مجھے بخشا ہے۔ جہاں میں ہوں میرے ساتھ ہو دیں تاکہ وے میرے جلال کو جو تو نے مجھے بخشا ہے۔ دیکھیں کیونکہ تو نے مجھے دنیا کی پیدائش سے آگے پیار کیا ہے۔ ان آیات میں جو صفت مسیح نے اپنے لئے تجویز کی ہے۔ اسکو خدا کی طرف سے

اور اسکی ذاتی صفت کہا ہے۔ اور اس میں اپنے پیروان کو بھی شامل کر لیا ہے۔ ایسی صفت کوئی بیان نہیں ہوئی جو ازلی ہو۔ اور مسیح کے ذاتی جسمیں کوئی اور مخلوق مسیح کا شریک نہو

**ازانجملہ چھٹا مقام یوحنا** ۱/۱۰۹۳ جسمیں یہ بیان ہے سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اسکے ہوئی۔ وہ جہان میں تھا۔ اور جہان اسی سے موجود ہوا۔ اور جہان نے اسے نہ جانا۔

**اور ساتواں مقام عبرانی** ۱/۱۰۳۲ ہے جسمیں یہ بیان ہے۔ ان آخری دنوں تم سے بیٹے کے وسیلے سے۔ بولا جس نے اوس کو ساری چیزوں کا وارث ٹھیرایا۔ اور جسکے وسیلے سے اُس نے عالم بنائی وہ اسکے جلال کی رونق ہے۔ اور اُسکی ماہیت کا نقش ہو کے سب کچھ اپنی ہی قدرت کی کلام سے سنبھال لیتا ہے۔

**اور آٹھواں مقام قلسی** ۱/۱۶۱۵ و ۱۷ ہے جسمیں یہ بیان ہے جو اَن دیکھے خدا کی صورت ہے۔ وہ ساری خلقت کا پلوٹھا۔ ۱۶۔ کیونکہ اسی سے ساری چیزیں جو آسمان اور زمین پر ہیں اور دیکھی اور اَن دیکھی کیا تخت کیا حکومتیں کیا ریاستیں کیا مختاریاں پیدا کی گئی ہیں۔ ساری چیزیں اوسی سے اور اس کے لئے پیدا ہوئیں۔ اور وہ سب کے آگے ہے۔ اور اوسی سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

**اور نواں مقام افسی** ۳/۵ ہے جس میں یہ بیان ہے۔ کہ خدا نے سب کچھ یسوع مسیح سے پیدا کیا۔

**ان چار مقاموں کو** ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۵۔ مئی ۱۸۹۳ء کی فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور ان سے مسیح کا خالق مخلوقات اور محافظ کُل ہستی ہونا نکالا ہے۔ مگر ان مقامات سے مسیح کی خالق اور محافظ ہستی ہونا نکالنا عبداللہ آتھم ہی کا کام ہے جو پیرانہ سالی کے سبب مختل الحواس ہو رہا ہے۔

165



**ان مقامات سے** تو مسیح کے خالق ہونے کی نفی نکلتی ہے۔ نہ اثبات پہلے مقام (یوحنا ۱/۳ و ۱۰) میں اولاً آیت ۳ میں گو مجملاً کہا گیا ہے۔ کہ اس سے سب چیزیں موجود ہوئیں۔ مگر اخیر آیت میں صاف تصریح سے کہا گیا کہ وہ جہان میں یعنے مخلوقات میں تھا۔ اور وہ منجملہ مخلوقات جہان ایک مخلوق تھا۔ مگر ایسا مخلوق کہ اور مخلوقات کا مبدا تھا۔ کیونکہ اَور جہان اوسی سے ہوا۔ یعنے اُسکے بعد سلسلہ مخلوقات اسی سے چلا جسکو مصنف کتاب مذکور یوحنا نے آپنے مکاشفات ۳/۱۴ میں یوں تشریح کرکے ادا کیا کہ وہ خدا کی خلقت کا مبدا ہے۔ اور تیسرے اور **چوتھی** مقام (فلسی ۱/۱۵ و افسی ۳/۹) میں اسکو صاف اور تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ خلقت کا پہلوٹا ہے۔ اور خدا نے مسیح سے سب کچھ پیدا کیا۔

پھر ڈپٹی عبداللہ آتھم کا ان مقامات سے مسیح کی خالقیت نکالنا مختل الحواسی نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت مسیح کی نسبت عیسائیوں کا یہ دعوے کہ وہ مبدء خلق ہیں۔ ایسا ہے جیسا بعض اہل اسلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبت کہا ہے۔ کہ سب سے پہلے آپ ہی کا نور خدا نے پیدا کیا تھا۔ پھر اوسی سے سارا جہان پیدا ہوا۔ جس سے کوئی شخص آنحضرت صلعم کا خالق ہونا نہیں نکال سکتا۔ پھر ایسے ہی دعوے سے جو مسیح کی نسبت ہوا ہے اسکا خالق ہونا کیونکر نکالا جا سکتا ہے۔

**اس تیسرے مقام** میں جو مسیح کی نسبت یہ دعوے کیا گیا ہے۔ کہ ساری چیزیں اوسی کے لئے پیدا ہوئیں یہ ایسا ہی دعوے بعض اہل اسلام نے آنحضرتؐ کی نسبت کیا ہے۔ اور خدا تعالے کا یہ قول نقل کیا ہے۔ **لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَلَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتَ الدُّنْيَا** یعنے اگر میں تم کو اے رسول پیدا نہ کرتا تو آسمان اور دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

پس پھر اگر دعوے سے مسیح کی خالقیت ثابت ہوتی ہے۔ تو اسکے پہلے مستحق

آنحضرت صلعم ہیں۔ اس مقام سوم میں جو کہا گیا ہے کہ۔ اسی سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔ یہ اس بنا پر دعوے کیا گیا ہے کہ مسیح مبدء و مادہ عالم ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی مبدء کی فرع باقی ہے۔ گویا وہ چیز باقی ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت ہونا نہیں آتا کہ۔ مبدء اس چیز کی علت فاعلی ہے۔ پس اگر مسیح کو مبدء عالم فرض کیا جاوے تو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عالم کا محافظ و قیم اور اسکے وجود کی علت فاعلی ہے۔ اس عالم کا محافظ و قیم و مفیض الوجود تو وہی ذات واجب الوجود ہے جس نے اس عالم اور اسکے مبداء کو پیدا کیا ہے۔

**اب رہا دوسرا مقام** جرانی ۱۲/۲ و ۳ سو وہ بھی مسیح کے خالق ہونے کی نفی کرتا ہے نہ اثبات۔ اسمیں بھی صاف تصریح ہے۔ کہ خدا نے مسیح کے وسیلے سے عالم بنائی مسٹر عبداللہ آتھم نے آنکھ بند کرکے اس مقام سے مسیح کا خالق ہونا نکالا ہے۔ اور لفظ خدا اور لفظ وسیلہ کو اوسکی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎ پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

**اس مقام دوم** میں جو مسیح کو خدا کی ہیئت کا نقش کہا گیا ہے۔ اور مقام سوم میں خدا کی اندیکھی صورت۔ اسکو اگرچہ مسیح کی خالقیت سے کوئی تعلق نہیں تاہم دونو لفظ بحث کے لائق ہیں۔ سو اس باب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ صرف مسٹر اکبر مسیح کی تحقیق کو پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ سے کوئی ناواقف عیسائی یہ نہ سمجھ لے کہ۔ مسیح کی صورت مرئی خدا کی اصلی صورت تھی۔ اور اس کی ماہیت (انسانیت) خدا کی ماہیت تھی۔

**مسٹر اکبر مسیح** رسالہ تنقیح کے صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں مسیح کو خدا نہیں کہا۔ بلکہ اندیکھے خدا کی صورت کہا ہے۔ جب خدا کا جوہر ذاتی اور اس کی ماہیت اصلی نادیدنی ہے (۱ تمط ۶/۱۶) تو کوئی صورت دیدنی خدا کی شبیہ تام

نہیں ہوسکتی۔ کس طرح بھلا کوئی دیدنی صورت نادیدنی خدا کے برابر ہوسکتی ہے۔؟
تم ہی بتلاؤ کیا کبھی کوئی صورت اس شئے کے برابر ہوسکتی ہے جسکی وہ صورت ہو
کیا تم اپنی تصویر کو اپنے برابر سمجھتے ہو۔ پھر کتنی بڑی نافہمی ہے کہ اندیکھے خدا کی دیکھی
صورت کو بھی خدا کہیں۔ کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ۔ آدم کو خدا نے اپنی صورت پر
پیدا کیا۔ (پیدا ۱/۲۷) کیا نہیں لکھا ہے کہ۔ مرد خدا کی صورت اور اسکا جلال ہے
(اقر ۱/۱۱) سب آدمی خدا کی صورت پر پیدا ہوئے (یعقو ۳/۹) تو کیا مسیح خدا کی
صورت اور اسکے جلال کی رونق ہونے سے خدا ہو جائے گا۔ خدا کی صورت اور اُسکا
جلال سب ہیں۔ مگر صورت مختلف درجہ کی ہوتی ہے۔ مسیح خدا کی غایت درجہ پاک و
نفیس صورت ہے۔ اس سے بہتر ہمارے گمان میں ممکن نہیں۔ ہاں وہ خدا کا بہت
صاف فوٹوگراف ہے۔ اسلئے جس نے اوسے دیکھا اوس نے خدا کو دیکھا۔ مگر یاد رکھو
کہ وہ صرف خدا کی صورت ہے۔ خدا نہیں ہے۔

پھر صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں یہ کہنا کہ ایک شخص دوسرے کی صورت میں ہے۔ یہ
نہیں کہا ہے کہ دونو شخص برابر یا ایک ہے۔ بلکہ مراد ہمیشہ یہی ہوتی ہے۔ بعض خاص
امور میں ایک دوسرے کی مشابہ ہے۔ کیونکہ دیکھئے بعینہٖ یہی الفاظ آیت ۷ میں یوں
آئی ہے۔ اوس نے خادم کی صورت پکڑی ✻

**ڈاکٹر وھبٹے** اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بہت سے مفسرین سمجھتے ہیں کہ۔
خدا کی صورت سے رسول کا مطلب تھا۔ کہ مسیح درحقیقت خدا تھا۔ گو کہ یہ ایک

---

✻ یہ لفظ جو ہیں۔ اور انسان کی شکل بنا۔ اور آدمی کی صورت میں ظاہر
ہو کر آپ کو پست کیا۔ یہ مسیح کی سچی انسانیت کی نفی نہیں کرتے۔ بلکہ مُراد
اس سے صرف یہ ہے کہ۔ مسیح انسانوں میں ظاہر ہو کر کوئی جلیل القدر بادشاہ
یا کوئی صاحب ثروت و شوکت شخص نہیں تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

حقیقت مسلمہ ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اس جملہ کا یہ مطلب نہیں۔ اوسنے چارلیلوز سے یہ امر ثابت کیا ہے اور دلیل دوم میں لکھا ہے کہ یہ قول خدا کی صورت سے ماہیت الٰہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس قول سے کہ خادم کی صورت سے خادم کی ماہیت ظاہر ہوتی ہے۔ کچھ زیادہ ہائیدار نہیں ہے۔ مسیح دراصل خادم نہ تھا بلکہ اپنی پست حالت میں خادم سا نظر آتا تھا۔ اسی طرح مسیح خدا ہی نہ تھا۔ بلکہ صرف خدا کی صورت تھا۔ اور اپنی جلالی ہستی میں خدا نہیں۔ بلکہ خدا سا نظر آتا تھا۔ کیونکہ خدا کے بعد مسیح کے سوا کسی دوسرے کو یہ درجہ عطا نہیں ہوا۔"

یہ مسٹر اکبر مسیح نے عیسائی ہونے کی وجہ سے یہ کہا ہے مسلمانوں کے نزدیک یہ دعوے غلط ہے۔ مسلمان بھی اعتقاد آنحضرت صلعم کی نسبت رکھتے ہیں۔ ۵ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

پولوس کے تینوں خطوں عبرانی و آشی و قلسی کے جواب میں جو کچھ ہم نے یا مسٹر اکبر مسیح کہا ہے وہ ان خطوط کو الہامی فرض کر لینے کی صورت میں جواب ہے اور اگر ہم اُن خطوں کا الہامی ہونا تسلیم نہ کریں تو ہم کو اُن جوابات کی جگہ یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ حضرت پولوس نے جو کہا ہے۔ انی من کثرت ہے۔ لہذا وہ لائق اعتبار نہیں۔

مسٹر اکبر مسیح تو صرف عبرانیوں کے نام نامہ پولوس کو الہامی نہیں مانتے۔ اور اپنے رسالہ کے حاشیہ صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔ مثل مکاشفات کے ہم اس خط کو بھی رسولی تصنیف نہیں سمجھتے بہت سے تثلیثی عالم ہمارے ہم خیال ہیں۔ مگر چونکہ یہ خط انجیل میں بھی شامل ہے۔ اور اکثر لوگ اس کو مقدس پولوس کی تحریر سمجھتے ہیں۔ لہذا اس پر بھی بحث کرنا ضروری ہوا۔ اس خط کا مصنف چاہے کوئی ہو۔ مگر وہ مسیح کو خدا نہ مانتا تھا۔"

اور ہم پولوس کی کسی کلام یا تحریر کو الہامی نہیں مانتے اور اس پر منجملہ دلائل عدیدہ ایک یہ دلیل اسی پولوس کے اقوال ذیل پیش کرتے ہیں آپ اپنے نامہ اول قرنتیون کے باب ۹ میں فرماتے ہیں۔ ۱۹ باوجودیکہ میں سب سے آزاد ہوں آپ کو سب کا غلام ٹھیرایا۔ تاکہ میں یہودیوں کو نفع میں پاؤں ۲۰ میں یہودیوں کے درمیان یہودی سا بنا تاکہ میں یہودیوں کو نفع میں پاؤں شریعت والوں میں شریعت والا تاکہ شریعت والوں کو نفع میں پاؤں (۲۱) اور بے شریعت لوگوں میں بے شریعت سا (ہرچند میں خدا کے نزدیک بے شریعت نہیں ہوا بلکہ مسیح کی شریعت کا تابعدار تھا۔) تاکہ میں بے شریعت لوگوں کو نفع میں پاؤں (۲۲) کمزوروں میں کمزور سا بنا تاکہ کمزوروں کو نفع میں پاؤں۔ میں سب آدمیوں کیواسطے سب کچھ بنا تا۔ کہ ہر ایک طرح سے کتنوں کو بچاؤں۔ (۲۳) اور میں یہ سب انجیل کے واسطے کرتا ہوں۔ تاکہ میں تمہارے ساتھ اسمیں شریک ہوں۔ اور آپ نامہ دوم بنام قرنتیوں کے باب ۱۱ میں فرماتے ہیں۔ ۱۷ جو کچھ میں کہتا ہوں سو خداوند کے راہ سے نہیں۔ بلکہ بے وقوفی کی راہ سے۔ اور اس اعتقال سے جو فخر کے ساتھ ہوتا ہے کہتا ہوں۔ ۱۸ ازبسکہ بہت لوگ جسمانی طور پر فخر کرتے ہیں۔ تو میں بھی فخر کرونگا۔ کیونکہ تم بے وقوفوں کی برداشت خوشی سے کرتے ہو۔ اسلئے کہ آپ عقلمند ہو" یہ قول حضرت پولوس کا گویا اس پہلے قول کی شرح ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ اون لوگوں کے سامنے جو بیوقوفوں کی بات کی برداشت کرتے ہیں آپ بے وقوف بنگئے تھے۔ اب اگر ہم اُس کلام ۱۱/۱۲ کو واقعی اور سچا کلام سمجھیں تو اس سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ جو کچھ پولوس نے کہا ہے وہ بے وقوفی کا کلام ہے۔ الہامی نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس کلام کو واقعی نہ سمجھیں اور پولوسی یا ایسی خیال کریں کہ اُنہوں نے عقلمند ہوکر اپنے آپ کو بے وقوف ٹھیرایا۔ تو یہ کلام جھوٹا ٹھہرتا ہے۔

پھر ایسے جھوٹے کی کسی بات کا اعتبار ہے۔

اس سے بڑھکر اور سنو آپ رومیوں کے خط کے باب ۳ میں فرماتے ہیں۔ ۷۱۔ پھر اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اسکے جلال کے لئے ظاہر ہوئی تو مجھ پر کیوں گنہگار کی طرح حکم ہوتا ہے۔

اور آپ فلپیوں کے نام خط کے باب اول کے ۱۸ آیت میں لکھتے ہیں پس کیا ہے ہر طرح سے مسیح کی خبر دیجاتی ہے۔ خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے" یہ اقوال صاف بتلاتے ہیں کہ آپ مسیح کے لئے نیک نیتی سے جھوٹ بھی بول لیا کرتے پس ایسے شخص کی بات کا کیا اعتبار ہے۔ اور کیوں جائز نہیں کہ جو کچھ اپنے مسیح کی تعریف میں کہا ہے اُسمیں جھوٹ ہی سے کام لیا ہو الہام کا اسمیں کچھ بھی دخل نہو۔

از انجملہ دسواں مقام عبرانی ۱۳/۸ ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ۔ یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک یکسان ہے۔ جسکو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے فہرست پرچہ ۲۵ مئی میں نقل کیا ہے۔ اور اسکے ساتھ عبرانی ۱/۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ اور زبور ۱۰۲/۲۵ و ۲۶ و ۲۷ کا حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نکالا ہے کہ مسیح کی ذات لاتبدیل ہے۔ مگر اے حضرات ناظرین یہ پولوس کا خط بنام عبرانیاں ہے۔ جس کا حال ابھی مذکور ہوا۔ ولہذا اسکی نسبت کوئی خاص اسلامی رائے ظاہر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تاہم عیسائیوں کے پاس خاطر سے اُسکی نسبت رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اس سے مسیح کی ذات کا لاتبدیل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ انکے دین اور نیک اخلاق اور ہدایت کا جسکو روحانی بادشاہی کہا گیا ہے۔ کیونکہ عبرانی ۱/۸ و ۹ میں جسکا اس خط عبرانی ۱۳/۸ کی تفصیل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ الہی بادشاہی کا ذکر ہے۔ نہ ذات مسیح کا اس کی عبارت یہ ہے۔ ۸۔ مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ۔ اے خدا تیرا تخت ابد تک ہے۔ راستی کا عصا تیری بادشاہت کا عصا ہے۔ ۹۔ تو نے راستی سے الفت اور بدی سے عداوت رکھی۔ اسی سبب سے اے خدا تیرے خدا نے

خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ ممسوح کیا۔ ۱۰۔ اور یہ کہ اے خداوند تو نے ابتدا میں زمین کی نیو ڈالی۔ اور آسمان تیرے ہاتھ کی کاریگری ہیں وے سب نابود ہو جاوینگے پر تو باقی ہے۔ اور وے سب پوشاک کی مانند پرانے ہونگے۔ ۱۲۔ اور چادر کی طرح تو انہیں لپیٹیگا۔ اور وے بدل جائینگے پر تو وہی ہے۔ اور تیرے برس جاتے نہ رہینگے۔

ان آیات میں سے آیت ۸ صاف بتاتی ہے کہ مسیح کی بادشاہی اور تخت کو ہمیشہ رہنے والا کہا ہے۔ نہ اسکی ذات کو لہذا یہ آیت عبداللہ آتھم کے دعوے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ شائد یہاں یہ سوال ہو کہ ان آیات میں مسیح کو خدا کہا گیا ہے۔ اس سوال کا جواب مسٹر اکبر مسیح نے کافی دیدیا ہے۔ اسمقام میں نقل کر دینا کافی ہے آپ اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔ (عبرانیوں کو خط $\frac{1}{9}$ ۱) اس آیت کی یونانی متن ذو معنے ہے۔ اور مترجمین میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر ولیم شرلاک اپنے رسالہ Vindication of the Trinity صفحہ ۲۰۰ میں فرماتے ہیں کہ جملہ زیر بحث میں لفظ خدا اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ اور منادی بھی ڈاکٹر ارلیسمس کہتا ہے کہ یہ مشتبہ ہے کہ ذیل کے ترجموں میں سے کونسا ترجمہ درست معنے ادا کرتا ہے۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے۔ یا خدا ہی تیرا تخت ہے ابد تک کیونکہ یونانی متن ذو معنے ہے۔ وکلف کا ترجمہ۔ خدا تیرا تخت ہے ابد تک۔ ٹنڈل کا ترجمہ۔ خدا تیرا مسند ہوگا ابد تک۔ گریسباخ کے متن کا ترجمہ خدا ہے تیرا تخت ابد تک۔ روزن ملر کہتا ہے بعض اصل کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ خدا ہے تیرا تخت یعنے تیرے تخت یعنے سلطنت کو خدا ابد تک سنبھالیگا کیونکہ تخت سے اکثر از روئے استعارہ سلطنت مراد ہوتی ہے۔ اور ایک نئے استعارہ سے خدا کو تخت کہا۔ کیونکہ وہ اس سلطنت کا موجد اور حامی ہے۔ اسی طریق سے نبی ہلہم بسا اوقات

خدا کو چٹان اور قلعہ اور اپنی خوشی کہتا ہے۔ یعنے اپنے امن اور خوشی کا موجد۔ یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ عبرانی ۱/۲ زبور ۴۵/۶ کا اقتباس ہے۔ اور بقول جان کالون و دیگر مفسرین زبور ۴۵ یقیناً حضرت سلیمان کی شان میں تصنیف ہوا تھا۔ اور حضرت سلیمان کی نسبت خدائے پاک کا وعدہ ہوا تھا۔ کہ میں اس کی سلطنت کو قائم رکھونگا۔ وہ میرے لئے گھر بناوے گا۔ اور میں اسکا تخت ابد تک پائیدار رکھونگا۔ میں اسکا باپ ہونگا۔ اور وہ میرا بیٹا ہوگا (تواریخ ۱۷/۱۱ و ۱۳) پس آیت متنازعہ کے یہ معنے خدا ہی۔ تیرا تخت ہے ابد تک قرین قیاس ہے۔ قطع نظر اسکے اگر ہم ترجمہ مروجہ قبول بھی کرلیں تو بھی ہم نہیں جانتے کہ اوس سے الوہیت مسیح کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ اس زبور میں ابتداً حضرت سلیمان کو خطاب کیا گیا تھا۔ جو کچھ اسمیں لکھا ہے وہ سب حضرت سلیمان کی نسبت ہے۔ جو اسرائیل کے ایک بڑے جلیل القدر بادشاہ اور نبی تھے۔ عبرانیوں کے خط میں وہ آیات اسی زبور سے لئے گئے ہیں۔ اگر واقعی اوس زبور میں حضرت سلیمان کو لفظ خدا سے خطاب کیا ہے تو ضرور کسی مجازی وادنے معنے میں کیا ہوگا۔ کیونکہ اوسکے ساتھ ہی لکھا ہے خدا تیرے خدا نے تجھے مسح کیا۔ یہ مسح کسی طرح اپنے قادر مطلق خدا کا ہمسر نہیں ہوسکتا جو اوسکو مسح کرتا ہے۔ پرانے عہدنامہ میں لفظ خدا مجازی طور پر نبیوں اور دوسرے اسرائیلی بزرگوں کی نسبت استعمال کیا گیا ہے*۔ اگر حضرت سلیمان اسلئے

* اصل عبرانی الفاظ جنکا ترجمہ خدا ہوتا ہے۔ الوہیم اور ایل ہیں۔ عبرانی بیبل میں لفظ الوہیم ۲۵۵۰ دفعہ آیا ہے جسمیں سے ۲۴۵ آیات میں اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسروں کے لئے مجازاً ہوا۔ چنانچہ موسی (خروج ۷/۱ و ۴/۱۶) صموئیل کی روح (صمو ۱۳/۲۸ و ۱۴/۲۸) قاضی (خروج ۲۱/۲۲ و ۸/۲۸ و ۹/۲۸) اور دوسرے بادشاہ اور حاکم بھی (زبور ۸۲/۱ و ۶) مجازاً الوہیم کہے گئے ہیں۔ اسیطرح

کہ سب سے پہلے اون کو اسطرح خطاب کیا گیا۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے۔ خدا نہیں ہو سکتے۔ تو مسیح کیونکر اسلئے خدا ہو سکتے ہیں کہ بعد میں وہی خطاب ان سے منسوب کر دیا گیا۔ اگر محض وہ لفظ خدا مطلقاً الوہیت پر دال ہے۔ تو نہ صرف مسیح بلکہ اون سے پہلے حضرت سلیمان کو بھی خدا ہونا چاہیئے۔ دونوں جگہ اس آیت کے ایک ہی معنے ہوں گے۔

مگر ابھی تو اسی میں شک ہے کہ۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے۔ درست ترجمہ ہے۔ اس آئت کے کئی ترجمے کئے گئے ہیں۔ جیسا اوپر دکھلایا گیا۔ بہت سے نامور عبرانی دان کہتے ہیں کہ عبرانی عبارت کا درست ترجمہ یہ ہونا چاہیئے۔ تیرا خدا کا یعنے تیرا خدا کا (دیا ہوا)* تخت ابد تک ہے۔ کہ یہی معنے درست ہیں۔ اور بطریق النسب عبرانی عبارت کی ایسی تعبیر کی جاتی ہے۔ ہمارے ریوائیزڈ ورشن کے مترجمان تسلیم کرتے ہیں وہ زبور ۴۵-۶ کا ترجمہ مروجہ متن میں لکھ کر اوس عبارت کا دوسرا ترجمہ حاشیہ پر یہ لکھتے ہیں یا تیرا تخت خدا کا تخت ہے۔ پس لازم ہوا کہ اصل عبرانی کے موافق عبرانیونکی خط میں بھی اس اقتباس کو درست طور سے یوں پڑہیں۔ تیرا خدا کا دیا ہوا تخت ابد تک ہے کیونکہ یہاں یونانی کے درست معنے صحیح عبرانی پر منحصر ہیں۔ دیکھو اس میں مسیح کو کسی مجازی معنی میں بھی خدا نہیں کہا۔ بلکہ مسیح کو خدا تخت دیتا ہے۔ اس سے عبودیت ظاہر ہوتی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۴۰) لفظ ایل کا بھی منجملہ ۲۲۲ مقامات کے ۱۸ مقامات میں مجازی استعمال ہوا ہے۔ یسعیاہ ۹/۶ میں ہمارے مترجمان نے اس کا ترجمہ خدا کیا ہے۔ مگر جب بعینہ وہی لفظ نبوخذنضر بادشاہ وغیرہ کے حق میں آیا (حزقیل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱) تو اسکا ترجمہ انہوں نے زبردست یا زور آور کر دیا درست طور سے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کرنا واجب ہے یعنے زبردست حاکم یا بادشاہ۔

* ایزک لیزر صاحب پرانے عہد نامہ کے ترجمہ میں بھی قبول کرتے ہیں۔

نہ کہ الوہیت۔

ہم نے اوپر ثابت کیا کہ۔ اگر بالفرض مسیح کو مصنف خط عبرانیاں مجازی طور سے خدا بھی لکھتا تو بھی مسیح کی الوہیت نہ ثابت ہو سکتی۔ اب دیکھو کہ مسیح کی الوہیت کے خیال کا ان آیات میں پورا ابطال ہو جاتا ہے۔ ذرا ان کلمات کو غور و توجہ سے پڑھو۔ اسی سبب سے خدا* تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ ممسوح کیا (عبر ۱/۸ زبور ۴۵/۷) کیا بزرگ خدا کا بھی کوئی خدا ہو سکتا ہے۔ کیا اوس بزرگ خدا کے شریک ہو سکتے ہیں۔ کیا خدا زیادہ ممسوح کیا جا سکتا ہے۔؟ پھر اگر دراصل مسیح حقیقی خدا ہے تو یہ سب کفر ہمکو قبول کرنا پڑے گا۔

اگر بالفرض اسمقام میں مسیح کو مجازی طور سے خدا بھی کہا ہوتا تو بھی کیا وہ اُسکے برابر ہو سکتا۔ جو اسکا (تیرا) خدا ہے۔ اور جو اوس کو اس کے شریکوں سے زیادہ ممسوح کرتا ہے۔ مگر عقل نہیں قبول کرتی۔ کہ ایسے مقام میں کسی کو جس کی نسبت خدا تیرے خدا کا مذکور آیا ہو۔ مجازاً بھی خدا کہا ہو۔ مگر یہ کتنے سنجیدہ اور پاکیزہ معنے ہیں کہ خدا قادر باپ نے جو ہماری نجات کے پیشوا مسیح کا خدا ہے۔ اوسکو اُسکے کُل شریکوں سے زیادہ ممسوح کیا۔ کیونکہ اگرچہ ہم سب خدا کے وارث اور میراث میں مسیح کے شریک ہیں (روم ۸/۱۷) تاہم خدا نے اُسے بہت سرافراز کیا۔ اور اوس کو ایک ایسا نام بخشا جو سب ناموں سے بزرگ ہے۔ (فلپی ۲/۹) تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹا ٹھیرے۔ (روم ۸/۲۹)

**از انجملہ گیارہواں مقام مکاشفات ۲/۲۳** ہے جسمیں یہ بیان ہے اور سارے کلیساؤں کو معلوم ہوگا۔ کہ میں وہی ہوں۔ جو دلوں کو اور گردوں کا

* بعض الوہیت کے معتقد اس جملہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اے خدا تیرا خدا۔ مگر یہ بالکل نادرست ہے۔ کیونکہ بجنسہ یہی الفاظ (زبور ۵۰/۷) میں بھی آئے ہیں۔ اور وہاں ان کا ترجمہ یہی ہوا ہے خدا تیرا خدا۔ اے کی گنجایش نہیں۔

جانچنے والا ہوں۔ جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے فہرست ۲۵ مئی میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے مسیح کا ہمہ دان ہونا نکالا ہے۔

مگر ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ کتاب مکاشفات یوحنا۔ عیسائیوں میں اتفاق کے ساتھ الہامی تسلیم نہیں کی گئی۔ لہذا ہم کو اُسکی نسبت کوئی نئی اسلامی رائے ظاہر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ تاہم مزید اہتمام افہام و افحام کے لئے اُسکے رد و ابطال کے لئے ایسے معارضات پیش کرتے ہیں۔ جنکو قبول کرنے میں عیسائیوں کو عذر و کلام نہیں ہے۔ اور اُنکے قبول کرنے سے عیسائیوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ۔ اس مقام مکاشفات میں جو مسیح کی نسبت کہا گیا ہے۔ وہ محض دروغ بے فروغ ہے

مرقس ۵/۲۵ وغیرہ و لوقا ۸/۴۳ وغیرہ میں بیان ہے کہ۔ مسیح کو ایک بیمار عورت نے پیچھے سے آکر چھوا۔ وہ بیماری سے اچھی ہو گئی۔ تو مسیح نے گو اسوجہ سے کہ اسمیں سے قوت نکل گئی۔ یہ جان لیا کہ اوس کو کسی نے چھوا ہے۔ پر یہ نہ جانا کہ کس نے چھوا ہے بناء علیہ اپنے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے کپڑوں کو کس نے چھوا ہے۔ اوس کے شاگردوں نے کہا۔ تو دیکھتا ہے کہ لوگ تجھ پر گرے پڑتے ہیں۔ پھر تو کہتا ہے۔ مجھے کس نے چھوا۔ تب اوس نے چارون طرف نگاہ کی تا کہ اُسے جس نے یہ کام کیا تھا دیکھی۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ وہ چھپتی نہیں تو وہ کانپتی ہوئی آئی۔ اور اقبالی ہو گئی۔"

یہ قصہ صاف بتاتا ہے کہ۔ مسیح دلوں اور گردوں کے جاننے والے اور ہمہ دان نہ تھے۔ ہوتے تو فوراً اوس عورت کو جان لیتے۔ اور اوس کی بابت کسی سے سوال نہ کرتے۔

مسیح کا اتنا جان لینا کہ مجھے کسی نے چھوا ہے۔ ہمہ دانی و غیب دانی نہیں بلکہ یہ اپنی ذاتی و اندرونی قوت کو جاننا ہے۔ اور اس قوت کے نکل جانے سے کسی

غیر متعین شخص کو جسنے انکو چھوا۔ اور انکی قوت کو نکال لیا۔ جان لینا ہے۔ اس عورت کے شفا پانے سے مسیح کی قوت کے نکل جانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح میں جو بیماروں کو اچھی کرنے کی قوت تھی۔ وہ معجزانہ اور وہبی اور غیبی نہ تھی۔ بلکہ کسبی اور عملی تھی۔ کیونکہ وہبی اور غیبی قوت فطور تاثیر سے کم نہیں ہوتی۔ یہ قوت عملی اور کسبی کی شان ہے کہ جب عامل کثرت سے عمل کرتا ہے۔ تو وہ کم ہو جاتی ہے۔ یا بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔

**کرنل الکاٹ تھیوصوفیسٹ۔** جب ہندوستان میں آئے اور انہوں نے اس عمل کی قوت سے بیماریوں کو اچھا کیا۔ تو ایک مشہور جنٹلمین نے اپنے رسولی کا علاج ان سے کرانا چاہا۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ اب میری قوت کثرت عمل سے کم ہو گئی ہے۔ لہذا میں اسکا علاج نہیں کر سکتا۔ یہ بات اُن ہی دنوں اخباروں میں چھپ کر مشتہر ہو گئی تھی۔

عیسائی ان کتابوں کو الہامی اور آسمانی جانتے ہیں۔ تو انکو اس امر کی تسلیم سے کہ۔ مسیح کی قوت بالکل گئی۔ مسیح کے اس معجزہ سے انکار کرنا اور مسیح کو صرف ایک عامل ماننا پڑے گا۔ ہم اہل اسلام چونکہ ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کو قرآن اور حدیث نے تصدیق نہیں کیا یقین نہیں رکھتے۔ اور اس یقین سے حدیث لاتصدقوا اھل الکتب ولا تکذبوھم کو (جس کی شرح اشاعت السنۃ جلد ۱۱ میں ہو چکی ہے۔) مانع پاتے ہیں۔ لہذا ہمارا ایسی ایمان و یقین ہے۔ کہ حضرت مسیح وہبی اور اعجازی طاقت سے اور خدا کے اذن سے بیماریوں کو اچھا کرتے تھے۔ اور اس قصہ کے مفہوم سے وہ معجزات مسیح سے انکار نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کو وہ انکار لازم ہے یا اسکا کافی جواب دینا ضروری ہے۔

اور مرقس ۱۴/۱۵ وغیرہ اور لوقا ۲۲/۶۴ میں ہے کہ ظالموں نے حضرت مسیح کی آنکھ بند کر کے آپ کے مُنہ پر طمانچے مارے۔ اور پھر استہزاً پوچھا کہ اپنی نبوت سے بتا کہ

تجھے کس نے مارا ہے۔ تو اس موقعہ پر بھی حضرت مسیح نے کسی کا نام نہ بتایا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُنہوں نے مارنے والوں کو نہ جانا۔ جانتے تو ضرور اس موقع پر اون کے نام بتلاتے۔ اور اُن ظالموں کو شرمندہ کرتے۔ یہ قصہ بھی صریح دلیل ہے۔ کہ آپ ہمہ دان وغیب داں نہ تھے۔

اور مرقس ۱۳/۳۲ میں ہے کہ آپ نے قیامت کے حالات و علامات بیان کرکے صاف فرمایا۔ مگر اوس دن اور اسی گھڑی کی بابت سوائے باپ نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں۔ اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا۔ یہ بھی نص قطعی ہے کہ آپ ہمہ داں نہ تھے۔

اور انجیل لوقا ۶/۲۲ وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو بلاکر ان میں سے بارہ کو چن لیا۔ اور اس کا نام رسول رکھا۔ اور اُنکے حق میں یہ کلمات فرمائے۔ "(۲۰) مبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ خدا کی بادشاہت تمہاری ہے۔ (۲۱) مبارک ہو تم جو اب بھوکے ہو۔ کیونکہ آسودہ ہوگے۔ مبارک ہو تم جو اب روتے ہو۔ کیونکہ ہنسوگے۔ (۲۲) مبارک ہو تم جب ابن آدم کے لئے لوگ تم سے کینہ رکھیں۔ اور تمہیں خارج کردیں۔ اور ملامت کریں۔ اور تمہارا نام برا جانکے نکالیں۔ (۲۳) اسدن تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو۔ اسلئے کہ دیکھو آسمان پر تمہارا بڑا بدلا ہے۔"

حضرت مسیح ان الفاظ میں شہادت دیتے ہیں کہ۔ وہ بارہ کے بارہ خدا کے مقبول و مبارک ہوئے۔ اور آسمانیز انکا اجر لکھا گیا۔ حالانکہ ان بارہ میں سے ایک یہودا اسکریوطی بھی تھا۔ جو آخر مرتد ہوگیا۔ اور حضرت مسیح کو اُس نے پکڑوایا۔ اور آسمان کی بادشاہت سے خارج ہوا۔

یہ فعل یہودا کا گو آخر حضرت مسیح کو معلوم ہوگیا تھا۔ اور آپ نے اشارۃً بتا بھی دیا تھا۔ چنانچہ لوقا ۲۲/۲۱ اور متی ۲۶/۲۱ و ۲۳ مرقس ۱۴/۸ یوحنا ۱۳/۱ وغیرہ میں آیا ہے۔ مگر اس انتخاب کے وقت آپ کو اس کا علم نہ ہوا تھا۔ ہوتا تو آپ یہودا کو

بشمول بارہ رسولوں کے آسمانی اجر کا مستحق نہ بنائے۔ اور اسکے حق میں یہ شہادت نہ دیتی اس شہادت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ۔ آپ غیب دان اور ہمہ دان نہ تھے۔

**از انجملہ بارہواں مقام** متی ۱۸/۲۰ ہے جسمیں مسیح کا یہ قول منقول ہے کہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں۔ وہاں میں اُن کے بیچ ہوں۔ اور متی ۲۸/۲۰ ہے جسمیں یہ قول مسیح کا اپنے شاگردوں کے خطاب میں منقول ہے۔ میں زمانہ کے تمام ہونے تک برابر تمہارے ساتھ ہوں۔ اور یوحنا ۱/۱۸ ہے جسمیں نتنی ایل کے خطاب میں مسیح کا یہ قول منقول ہے کہ۔ اس سے پہلے کہ فیلبوس نے تجھے بلایا۔ جب تو انجیر کے درخت کے تلے تھا میں نے تجھے دیکھا۔ اور یوحنا ۳/۱۳ ہے جسمیں مسیح کا یہ قول منقول ہے۔ کوئی آسمان پر نہیں گیا۔ سوائے اوس شخص کے جو آسمان پر سے اترا ہے۔ یعنے ابن آدم جو آسمان پر ہے۔ ان اقوال اربعہ کو مسٹر عبداللہ نے فہرست ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں نقل کیا ہے۔ اور ان سے مسیح کا حاضر و ناظر مکانی و زمانی ہونا نکالا ہے۔

مسلمان انکی نسبت یہ کہتے ہیں کہ۔ جو حاضری ناظری ان اقوال اربعہ میں ہوئی۔ وہ بعض اشخاص اور بعض وقتوں اور جگہوں سے مخصوص محدود ہے۔

پہلے قول کی حاضری ان لوگوں یا جماعت سے مخصوص ہے۔ جو مسیح کے نام سے اکٹھے ہوں۔ نہ ایسے وسیع جو مسیح کے منکرون کو بھی شامل ہو۔ **دوسرے** قول کی حاضری مسیح کے شاگردوں سے مخصوص ہے۔ جو اس قول کے مخاطب ہیں۔ نہ ایسے وسیع جو بیخبر شاگردوں کے اور عیسائیوں کو بھی شامل ہو۔ **تیسرے** قول میں صرف ایک شخص نتنی ایل کو اسکے آنے سے پہلے مسیح کا دیکھ لینا بیان ہوا ہے۔ نہ یہ کہ مسیح تمام جہان یا تمام عیسائیوں کو (جن میں وہ عورت بھی شامل تھی۔ جس نے اون کو چھوا اور اُن کو اُس کا پتہ نہ لگا۔) دیکھ لینا۔ **چوتھے** قول میں مسیح کا صرف آسمان پر جانا اور ہونا بیان ہوا ہے۔ نہ زمین کی ہر طرف و جانب و محل و مکان میں۔ اور ایسی حاضری و

ناظری مسیح کو خدا نہیں بنا دیتی۔ کیونکہ خدا تعالے کا حاضر و ناظر ہونا ایسا محدود و مخصوص نہیں ہے کہ۔ وہ خاص خاص لوگوں اور خاص خاص جگہوں اور وقتوں میں محصور ہو۔

میسائیوں کو معلوم نہیں کہ۔ ایسا محدود و مخصوص حاضر و ناظر ہونا آنحضرت صلعم کے امت کے ولیوں اور آپ کے غلاموں میں پایا گیا ہے* آنحضرت صلعم کے عالیجناب کا تو کیا ذکر ہے۔ باایں ہمہ آنحضرت کو خدا نہیں مانا گیا۔ تو حضرت مسیح کو ایسی محدود و مخصوص حاضری و ناظری سے کیونکر خدا مانا جا سکتا ہے۔

**مسٹر اکبر مسیح** کا جواب بھی اسکے قریب قریب ہے۔ وہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۱۔ میں لکھتے ہیں"۔ اگر مسیح کسی طور سے کسی محدود دائرہ میں حاضر و ناظر ہو بھی تو اس سے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ یہاں تو مسیح صرف دنیا کے آخر ہونے تک صرف عیسائیوں کے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر خدا تو ازل سے ابد تک ہر زمان و مکان میں حاضر و ناظر ہے۔ اور رہے گا۔ وہ ہے اور تھا اور آنے والا قادر مطلق ہے

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اس محدود دائرہ میں بھی مسیح خدا کی طرح حاضر و ناظر نہیں ہے۔ ہاں وہ موجود ہے۔ مگر کن روحانی قواعد و طاقتوں کی بدولت ہم ٹھیک نہیں جان سکتے مگر یہ جانتے ہیں کہ۔ بغیر خدا کیطرح حاضر و ناظر ہونے انسان کی روح کو بھی کچھ اسی قسم کی طاقت حاصل ہو سکتی ہے۔

کیا ہم متعجب نہیں ہوتے۔ جب ہم مقدس پولوس کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ

---

میں نے تو جسم سے غیر حاضر پر روح سے حاضر ہو کر اسی طرح کہ گویا حاضر ہوں۔ اسپر جس نے ایسا کام کیا۔ یہ حکم دیا کہ تم اور میری روح اس شخص کو کلیسیا سے خارج کرو (اقر ۵/۳ و ۴) اگرچہ میں جسم کی نسبت سے دور پر روح کی نسبت سے تمہارے پاس ہوں

* یا ساری الجبل کا قصہ حدیث اور مقایہ کی کتابوں میں۔ اور اشاعت السنہ جلد ۷ نمبر (۱۰) میں ملاحظہ ہو۔

(قلسی ۲/۵) اسی طرح حضرت الیشا کی نسبت لکھا ہے۔ کہ جب نعمان مبروص چنگا ہو کر اس سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ تو نبی کا خادم جیحازی چھپ کر اسکے پیچھے دوڑا گیا۔ اور اور اس سے نبی کے نام سے کچھ تحفہ اپنے لئے حاصل کر لیا۔ مگر جب وہ الیشا کے سامنے آیا۔ اوس نے جیحازی سے کہا کہ۔ میرا دل اس وقت جسوقت وہ شخص اپنی گاڑی پر سے اُتر کر تیری ملاقات کو پھرا تیرے ساتھ نہ گیا تھا۔ (۲ سلا ۵/۲۶) اور کُل ماجرا جو جیحازی اور نعمان کے درمیان گذرا۔ اسطرح بیان کیا۔ گویا نبی اپنے جسم کے ساتھ موجود تھا۔ جو جو روحانی طاقتیں انسان کو دیجا سکتیں ہیں انکی انتہا کون بشر تبلا سکتا ہے۔

جب روح میں ہو کر مسیح کے ایک رسول کو اس قسم کی قدرت حاصل تھی کہ وہ باوجود قید قفس عنصری کے اپنے شاگردوں کے درمیان جو اوس سے دور تھے۔ ایک قسم سے موجود ہو سکتا تھا۔ تو کیا تعجب کہ اس سے رسول کا اوستاد خداوند اپنے اس جسم کی نئی طاقتوں کی بدولت جو اوسکو قبر سے زندہ ہونے پر عطا ہوا تھا۔ اور جنکی عجیب و غریب قوتیں شاگردوں نے بھی شاہدہ کی تھیں۔ دنیا کے آخر ہونے تک ہمیشہ اون کے ساتھ ہو۔ مگر اس سے ہرگز یہ لازم نہیں کہ وہ خدا کی طرح حاضر و ناظر ہو جاوے۔ چنانچہ مشہور و معروف رومن کیتھلک فقیہ کارڈنل بلرمائن کہتا ہے۔ کہ متی ۱۸ ۲۰ و ۲۸ - ۲۰ سے مسیح کی نسبت یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل اور امداد کے وسیلہ حاضر ہے جسکے لئے اظہر ہے۔ کہ اوسکی جسمانی حاضری درکار نہیں کیا ہم کو عموماً نہیں معلوم کہ آدمیوں کے درمیان بادشاہ کو اپنی کل سلطنت پر اختیار ہے۔ مگر وہ اس سب پر بذریعہ اپنی حاضری کے قابض نہیں ہوتا۔

ہمارے بھائیوں نے نوشتوں کو مقابلہ نہ کر کے اکثر مسیح کے حق میں ایسی غلطیاں کی ہیں۔ اگر کہیں کوئی الفاظ جو خدا کے حق میں مستعمل ہوتے ہیں۔ کبھی مسیح کے حق میں

* یہ وہ عبارت رسالہ تنقیح کی ہے جسکا وعدہ نقل ص ۲۱۳ رسالہ ہذا میں ہوا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.